نے گھر کا راستہ لیا۔ راستے میں جب وہ ناسک کے مقام پر کالارام کے مندر میں درشن کے لیے گئے تو سنت نرسنگ مہاراج جو مندر کے صدر دروازے کے ساتھ ہی بیٹھے تھے اپنے بھگتوں کو چھوڑ کر ہری بھاؤ کے پاس آئے اور ان کی کلائی پکڑ کر یوں مخاطب ہوئے:-

"مجھے میرا ایک روپیہ دے دو"۔ کرنک بہت حیران ہوئے۔ انھوں نے خوشی سے روپیہ دے کر سوچا کہ سائی بابا نے ان سے وہ رپیہ لے ہی لیا جو وہ اپنے من میں انھیں دینے کا ارادہ رکھتا تھا، جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ سادھو سنت کس طرح ایک دوسرے سے مل کر ایک ہو کر کام کرتے ہیں۔

یہ کہانی اس بات کی مثال پیش کرتی ہے کہ سارے سنت ایک ہیں اور بتاتی ہے کہ وہ کس طرح ایک ہو کر کام کرتے ہیں۔

ؤٹ کرنا چاہیے کہ بابا نے اپنے آخری وقت میں ایک خاتون لکشمی بائی شنڈے کو بھی نو روپے دیے تھے۔

اپا صاحب نے اودی کے پیکٹ کو کھول کر دیکھا اس میں پھول کی پتیاں اور اکشت (چاول کے ثابوت دانے) وغیرہ تھے۔ پھر کچھ وقت بعد جب وہ بابا سے ملنے کے لیے شرڈی گئے تو ان سے انھیں ایک بال ملا۔ انھوں نے اودی کے پیکٹ اور بال کو ایک تصویر میں بند کرالیا جس کو وہ ہمیشہ اپنے بازو پر باندھ کر رکھتے۔ اپا صاحب نے اودی کی طاقت کو جان لیا۔ وہ بہت ہوشیار تھے۔ شروع میں انھیں صرف چالیس روپے تنخواہ ملتی تھی۔ لیکن بابا کی تصویر اور اودی حاصل کرنے کے بعد انھیں کئی چالیس روپوں کے برابر تنخواہ ملنے لگی۔ ساتھ ہی ان کے اقتدار اور اثر ورسوخ میں بھی اضافہ ہوا۔ ان عارضی دنیاوی مفادات کے ساتھ ساتھ ہی ان کی روحانی ترقی میں بھی بہت تیزی آئی۔ چناں چہ لوگ جو خوش نصیب ہیں ان کے پاس بابا کی اودی ہوتی ہے۔ انھیں نہانے کے بعد اسے ماتھے پر ملنے کے ساتھ ہی ساتھ اسے پانی میں گھول کر پینا بھی چاہیے۔

ہری بھاؤ کرنک

1917 میں گوروپورنما کے موقع پر جو اشاڑھ کے مہینے میں ہوتی ہے ضلع ٹھانے کے موضع ڈہانو کے شری ہری بانو کرنک شرڈی آئے اور انھوں نے تمام رسومات کے ساتھ سائی بابا کی پوجا کی۔ انھوں نے کپڑے اور دکشنا دے کر شاما کی وساطت سے بابا سے اجازت لی اور مسجد کی سیڑھیوں سے نیچے اُتر آئے۔ پھر انھوں نے سوچا کہ انھیں ایک روپیہ اور بابا کو دینا چاہیے اس مقصد سے واپس مڑے۔ سیڑھیاں چڑھنے ہی والے تھے جب شاما نے انھیں اشاروں سے سمجھایا کہ چوں کہ وہ بابا سے جانے کی اجازت لے چکے ہیں اس لیے انھیں واپس مڑنے کی بجائے سیدھا چلا جانا چاہیے۔ اس لیے انھوں

اب بابا کی حیران کر دینے والی لیلا کے بارے میں سنیے:-

آپا صاحب اپنا دورہ بر قرار نہ رکھ سکے کیوں کہ بھیونڈی کے مقام پر ان کا گھوڑا بیمار پڑ گیا۔ وہ اسی دوپہر کو گھر لوٹ آئے جہاں انھیں فقیر کے بارے میں بیوی سے معلوم ہوا۔ انھیں اس بات کا رنج ہوا کہ انھوں نے فقیر کو نہیں دیکھا اور اسے صرف ایک روپیہ دکشنا دی گئی تھی۔ انھوں نے کہا کہ اگر وہ گھر پر ہوتے تو دس روپے سے کم ہر گز نہ دیتے۔ تب وہ کھانا کھائے بغیر ہی فوراً فقیر کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے اور اسے مسجد میں اور دوسری جگہوں پر تلاش کیا۔ ان کی تلاش بے فائدہ ثابت ہوئی۔ چناں چہ انھوں نے گھر لوٹ کر کھانا کھایا۔ یہاں قارئین کو پچھلے باب میں بیان کیے گئے بابا کے یہ الفاظ یاد رکھنا چاہئیں کہ خدا کو بھوکے پیٹ تلاش نہیں کرنا چاہئیے۔ اپا صاحب کو یہاں یہ سبق ملا۔ کھانا کھانے کے بعد پھر وہ اپنے ایک دوست مسٹر چترے کے ساتھ سیر کو نکلے۔ کچھ دور جانے کے بعد انھوں نے ایک شخص کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھا۔ اپا صاحب نے سوچا کہ شاید یہ وہی فقیر ہے جو دوپہر کو ان کے گھر آیا تھا کیوں کہ اس کے نقوش سائی بابا کے فوٹو سے ملتے تھے۔ فقیر نے فوراً ہاتھ پھیلا کر دکشنا مانگی۔ اپا صاحب نے اسے ایک روپیہ دیا۔ اس نے بار بار مانگا چنانچہ آپا صاحب نے اسے دو روپئے اور دیئے۔ وہ اب بھی اور روپے مانگ رہا تھا۔ آپا صاحب نے اسے ساتھ گھر تک آنے کے لیے کہا۔ وہ سب گھر لوٹے اور آپا صاحب نے اسے تین روپے اور دیے جو کل ملا کر نو روپے ہوئے۔ اس کی اب بھی تسلی نہ ہوئی اور وہ مانگنے لگا۔ تب انھوں نے اسے بتایا کہ اس کے پاس دس کا نوٹ تھا۔ فقیر نے وہی دینے کے لیے کہا اور وہ لے کر پہلے لیے نو روپے لوٹا کر وہاں سے چل دیا۔ اپا صاحب نے چوں کہ دس روپے دینے کے لیے کہا تھا اس لیے وہی ان سے لیے گئے اور دوسرے نو وہ انھیں لوٹا دیے گئے۔ نو کا ہندسہ بہت اہم ہے۔ یہ نو قسم کی عقیدت کی علامت ہے جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا ہے۔ یہاں یہ بھی

بالا بوا ستار

بمبئی کا ایک سنت ہے جس کا نام بالا بوا ستار ہے اور جس کو اس کی پارسائی لگن اور بھجن کی وجہ سے جدید تکارام کہا جاتا ہے۔ پہلی بار 1917ء میں شرڈی آیا۔ جب وہ بابا کے سامنے جھکا تو بابا نے کہا کہ "میں اس شخص کو چار سال سے جانتا ہوں" بالا بوا نے حیران ہوتے ہوئے سوچا کہ یہ کیوں کر ممکن ہے کیوں کہ اس کا شرڈی کا یہ پہلا دورہ تھا۔ لیکن سنجیدگی سے غور کرنے پر اسے یاد آیا کہ چار سال قبل بمبئی میں اس نے بابا کی تصویر کے سامنے سجدہ کیا تھا۔ چناں چہ بابا کے الفاظ کی اہمیت کو اس نے تسلیم کر لیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا: "کتنے عالم سب کچھ جاننے والے اور ہر چیز میں رہنے والے اور اپنے بھگتوں پر رحم کرنے والے حقیقت کو جان لیا تھا اور انھوں نے مجھے اس بات کا احساس بھی دلایا کہ ان کے فوٹو کو دیکھنا انھیں سچ مچ دیکھنے کے مترادف ہے۔

آپا صاحب کلکرنی (ایک اور کہانی)

آپا صاحب کلکرنی کی کہانی کی طرف ایک بار پھر لوٹتے ہیں۔ اسے بھیونڈی کے دورے پر جانا پڑا اور ایک ہفتے سے پہلے اس کی واپسی متوقع نہیں تھی۔ اس کی غیر حاضری میں حسب ذیل حیران کن واقع تیسرے دن رونما ہوا۔ دوپہر کے وقت ایک فقیر آپا صاحب کے گھر وارد ہوا۔ اس کے نقوش بابا کی تصویر سے بالکل ملتے تھے۔ مسز کلکرنی اور بچوں نے فقیر سے پوچھا کہ کیا آپ شرڈی کے سائیں بابا ہیں؟ اس نے انکار تو کیا لیکن ساتھ ہی یہ بھی بتایا کہ وہ ان کا ایک وفادار غلام ہے اور انھیں کے حکم سے یہاں پورے خاندان کی خیریت معلوم کرنے کے لیے آیا ہوں۔ پھر اس نے دکشنا مانگی۔ خاتون نے اسے ایک روپیہ دیا۔ اس نے اسے اودی کا ایک چھوٹا پیکٹ دیا اور کہا کہ وہ اسے بابا کی تصویر کے ساتھ مندر میں پوجا کے لیے رکھ دے۔ پھر وہ گھر سے چلا گیا۔

کی زندگی میں انھیں دوبار دیکھنے کا موقع ملا۔ بابا کے انتقال (1918) کے تین سال بعد اس نے پھر شرڈی آنا چاہا پر نہ آ سکا۔ بابا کی مہاسادھی کے ایک سال کے اندر اندر وہ بیمار پڑا اور اسے سخت تکلیف اٹھانا پڑی۔ عام دواؤں سے اسے کوئی آرام نہ ملا۔ اس لیے اس نے دن رات بابا کا دھیان کرنا شروع کیا۔ ایک رات اس نے خواب میں دیکھا کہ بابا نے اپنے تہہ خانے سے باہر نکل کر اسے تسلی دیتے ہوئے کہا کہ "پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم کل سے بہتر ہونا شروع ہو جاؤ گے اور ایک ہفتے کے اندر اپنی ٹانگوں پر کھڑے ہو جائے گے"۔ خواب میں بتائے گئے وقت کے مطابق نارائن راؤ صحت یاب ہو گیا۔ اب توجہ طلب بات یہ ہے کہ کیا بابا زندہ تھے؟ کیوں کہ ان کا جسم تھا۔ یا کیا وہ زندہ نہیں تھے کیوں کہ انھوں نے اپنے جسم کو چھوڑ دیا تھا؟ بابا تو ہمیشہ زندہ ہیں کیوں کہ وہ زندگی اور موت دونوں سے ماورا تھے۔ جو انھیں دل سے محبت کرتا ہے اسے ان سے فوراً جواب پاتا ہے یعنی ویسا ہی سلوک اس سے وہ کرتے ہیں چاہے وہ کہیں بھی ہو یا کوئی بھی وقت ہو۔ وہ ہمیشہ ہمارے ساتھ ہوتے اور کوئی بھی شکل اختیار کر کے اپنے سچے بھگت کے سامنے نمودار ہو کر اس کی تسلی یا تشفی کرتے ہیں۔

آپا صاحب کلکرنی

1917ء میں ایک صاحب جس کا نام آپا صاحب کلکرنی تھا کے اچھے دن آئے۔ اس کا تبادلہ تھانہ ہوا اور وہ بابا کی تصویر کی پوجا کرنے لگا جو اسے بالا صاحب بھاٹے نے پیش کی تھی۔ اس نے بڑی شد ومد سے پوجا کی۔ وہ بابا کی تصویر کے سامنے روز نوید ،صندل کا پیسٹ اور پھول چڑھاتا اور بڑی سنجیدگی سے ان کو دیکھنے کی تمنا کرتا۔ اس سلسلے میں یہ بات یہاں بتادی جائے کہ بابا کی تصویر کو سنجیدگی سے دیکھنا انھیں سچ سچ دیکھنے کے مترادف ہے۔ مندرجہ ذیل کہانی اس کی مثال فراہم کرتی ہے۔

کھایااور وہاں سے روانہ ہوئے۔ وہ طلوعِ آفتاب کے وقت تک جام نیر پہنچے۔ رام گیر بوا پیشاب کرنے کے لیے گاڑی سے اترا اور جلد ہی واپس آ گیا لیکن دیکھا کہ وہاں نہ تو کوئی ٹانگہ تھا نہ کوچوان یا چپراسی، وہ بالکل گنگ ہو گیا۔ وہ قریب ہی کچہری گیا اور وہاں پوچھ تاچھ کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ معاملت دار گھر پر ہی تھا۔ اس نے نانا صاحب کے ہاں جا کر اپنی آمد کا اعلان کیا اور نانا صاحب کو بابا کی دی ہوئی اودی اور آرتی دی۔ اس وقت تک مینا تائی کی حالت بہت ہی نازک ہو چکی تھی اور سبھی کو اس کی بے حد تشویش تھی۔ نانا صاحب نے اپنی بیوی کو باہر بلا کر کہا کہ اس اودی کو پانی میں ملا کر لڑکی کو پلا دیا جائے اور بابا کی آرتی بھی گائیں۔ انھوں نے سوچا کہ بابا کی مدد صحیح وقت پر حاصل ہوئی ہے۔ چند منٹوں میں ہی یہ اطلاع آئی کہ بڑے محفوظ انداز میں بچے نے جنم لیا اور خطرہ ٹل گیا ہے۔ جب رام گیر بوا نے ٹانگہ، چپراسی اور کھانے پینے کی چیزیں بھیجنے کے لیے نانا صاحب کا شکریہ ادا کیا تو وہ یہ سن کر بہت حیران ہوئے کیوں کہ انھوں نے کسی کو اسٹیشن نہیں بھیجا تھا نہ یہ معلوم تھا کہ شرڈی سے کوئی آ رہا ہے۔

تھانے کے رٹائر ہوئے معاملت دار شرڈی بی۔ وی۔ دیو نے اس سارے معاملے کے بارے میں نانا صاحب کے بیٹے باپو راؤ چندورکر اور شرڈی کے رام گیر بوا سے اس سارے معاملے کے بارے میں پوچھ تاچھ کر کے اور اپنی پوری تسلی کرنے کے بعد شرڈی سائی لیلا رسالے میں ایک مضمون شائع کیا جو جزواً نثر اور جزواً نظم میں تھا۔ بھائی بی۔ وی نرسمہا سوامی نے بھی مینا تائی، بابو صاحب چندورکر اور رام گیر بوا کے بیانات قلم بند کر کے "بھگتوں کے تجربات حصہ 3" کی شکل میں شائع کیے ہیں۔

نارائن راؤ

بھگت نارائن راؤ (جس کے والدین کا نام نہیں بتایا گیا ہے) کو خوش نصیبی سے بابا

میں تھوڑی دیر رک کر آرام بھی کر لے اور اودی اور آرتی ناناصاحب تک پہنچادے۔ رام گیر بوا نے بابا سے کہا کہ اس کے پاس صرف دو روپے ہیں جو مشکل سے ہی جلگاؤں تک کے ریل کے کرایے کے لیے کافی ہیں اور اس کے لیے جلگاؤں سے جام نیر تک جانا جو وہاں سے تقریباً30 میل کی دوری پر ہے ممکن نہیں ہے۔ بابا نے اس سے کہا کہ وہ پریشانی نہ کرے اس کا انتظام ہو جائے گا۔ اس کے بعد نانا نے شاما سے کہا کہ وہ مادھواڈکر کی تخلیق کی ہوئی مشہور آرتی (جس کا ترجمہ اس کتاب کے آخر میں دیا گیا ہے) کو لکھ کر اس کی ایک نقل اودی کے ساتھ رام گیر بوا کو دے تاکہ وہ اسے باباصاحب کو دے دے۔ بابا کے الفاظ پر یقین کرتے ہوئے رام گیر بوا شرڈی سے روانہ ہو کر صبح دو بج کر 45 منٹ پر جل گاؤں پہنچا۔ اب اس کے پاس صرف دو آنے بچے ہوئے تھے اور وہ بڑی مشکل میں تھا۔ اچانک اسے یہ سن کر بڑی طمانیت حاصل ہوئی کہ کوئی اسے پکارتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ:

"شرڈی کا باپو گیرابو کون ہے؟" اس نے اس کے پاس جا کر کہا کہ میرا نام ہی باپو گیر بوا ہے۔ تب وہ چپراسی یہ کہتے ہوئے کہ اسے ناناصاحب نے بھیجا ہے۔ اُسے ایک طرف کھڑے ایک شاندار ٹانگے کی طرف لے گیا جس سے دو اچھے گھوڑے بندھے ہوئے تھے۔ چناں چہ وہ دونوں اس میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے۔ ٹانگہ بہت تیز چل رہا تھا۔ اس طرح کہ اگلی صبح وہ ایک چھوٹی ندی کے کنارے پہنچے۔ کوچوان گھوڑوں کو پانی پلانے لگا اور چپراسی نے رام گیر بوا سے ناشتہ کرنے کے لیے کہا۔ چپراسی کی مونچھیں داڑھی اور لباس دیکھ کر اسے شک ہوا کہ وہ مسلمان ہے اس لیے وہ اس سے لے کر کوئی بھی چیز کھانے کے لیے تیار نہ تھا لیکن چپراسی نے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا وہ گھڑوال سے تعلق رکھنے والا ایک کھتری ہندو تھا اور یہ کھانے پینے کی چیزیں ناناصاحب نے بھیجی تھیں اور انھیں لینے میں اسے بالکل نہیں ہچکچانا چاہیے۔ تب دونوں نے ان چیزوں کو

طاعون کی وبا

ایک بار باندرہ کے ایک بھگت کو معلوم ہوا کہ اس کی بیٹی جو کسی دوسری جگہ رہتی تھی طاعون کی وبا کی وجہ سے بیمار ہو گئی ہے۔ اس کے پاس اودی نہیں تھی اس لیے اس نے ناناصاحب چندورکر کو پیغام بھیجا کہ وہ کچھ اودی بھجوائیں۔ ناناصاحب کو یہ پیغام راستے میں تھانہ ریلوے اسٹیشن کے پاس اس وقت ملا جب وہ اپنی بیوی کے ساتھ کلیان کی طرف ریل کے ذریعے جارہے تھے۔ اس وقت ان کے پاس بھی اودی نہیں تھی۔ چناں چہ انھوں نے زمین سے کچھ مٹی اٹھائی سائی بابا کا دھیان کر کے ان سے مدد چاہی اور اسے اپنی بیوی کے ماتھے پر لگایا۔ اس بھگت نے یہ سب کچھ دیکھا اور جب وہ اپنی بیٹی کے گھر گیا۔ اسے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ اس کی بیٹی جو پچھلے تین دنوں سے بیمار تھی۔ اسی وقت سے بہتر ہونا شروع ہو گئی تھی جب ناناصاحب نے تھانہ ریلوے اسٹیشن کے پاس سائی بابا کی مدد چاہی تھی۔

جام نیر کے کرامات

1904-1905ء کے زمانے کی بات ہے کہ ناناصاحب چندورکر ضلع خاندیش کے جام نیر کے معالمت دار کے عہدے پر فائز تھے۔ یہ جگہ شرڈی سے کوئی **100** میل کی دوری پر واقع ہے۔ اس کی بیٹی میناتائی حاملہ تھی اور وہ بچے کو جنم دینے ہی والی تھی۔ اس کی حالت بہت نازک تھی اور پچھلے تین دن سے وہ دردِ زہ میں مبتلا تھی۔ ناناصاحب نے تمام ادویات استعمال کر ڈالیں لیکن کوئی افاقہ نہ ہوا۔ اب اس نے بابا کو یاد کر کے ان سے غائبانہ طور پر مدد چاہی۔ عین اسی وقت شرڈی میں ایک شخص رام گربوا جس کو بابا باپو گیر بوا کہا کرتے تھے نے خاندیش (اپنے وطن) جانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ بابا نے اسے بلا کر اودی اور آرتی دیتے ہوئے کہا کہ گھرے جاتے ہوئے راستے میں وہ جام نیر ر

خوش ہوتے تو وہ دل کھول کر گیت گاتے اور بچوں کے ساتھ خوب ناچتے تھے۔ ان میں سے ایک گیت اودی کے بارے میں تھا۔ اودی کے اس گیت کے الفاظ کچھ اس طرح تھے "اے رمتے رام آؤ جی آؤ جی اپنے ساتھ اودی کے بورے لاؤ جی لاؤ" بابا یہ گیت بڑی میٹھی لے (ترنم) اور بڑے واضح انداز میں گاتے۔ یہ تو اودی کی روحانی اہمیت تھی۔ اس کی مادی اہمیت بھی تھی۔ یہ صحت، خوش حالی، دکھ سے نجات دلاتی اور بہت سے دوسرے دنیاوی فوائد بھی عطا کرتی۔ چناں چہ اودی نے ہمیں روحانی اور مادی دونوں طرح کے فوائد حاصل کرنے میں مدد دی ہے۔ اب ہم اودی کے بارے میں کہانیوں کا ذکر کرنا شروع کریں گے۔

بچھو کا ڈنک

نارائن موتی رام جانی جو ناسک کا رہنے والا تھا بابا کا بھگت تھا۔ بابا کے ایک دوسرے بھگت رام چندر وامن موڈک کے ہاں ملازم تھا۔ ایک بار وہ اپنی والدہ کے ساتھ شرڈی گیا اور بابا سے ملا۔ بابا نے خود اس کی والدہ سے کہا کہ اب تمہارے بیٹے کو مزید ملازمت نہ کرنی چاہیئے بلکہ آزادانہ طور پر اپنا بیوپار شروع کرنا چاہیئے۔ کچھ دنوں بعد یہ پیشن گوئی سچ ثابت ہوئی۔ نارائن جانی نے ملازمت ترک کر کے ایک بورڈنگ ہاؤس آنند آشرم کے نام سے کھول لیا جو خوب چلا۔ ایک بار نارائن راؤ کے ایک دوست کو بچھو نے کاٹ لیا اور اس سے ہونے والا درد اتنا شدید تھا کہ برداشت کی حدود سے باہر تھا۔ اس طرح کی تکالیف کے لیے اودی بہت ہی موثر دوا ہے۔ اسے درد والی جگہ پر لگانا پڑتا ہے۔ چناں چہ نارائن نے اسے تلاش کرنا شروع کیا لیکن وہ نہ ملی۔ تب اس نے بابا کی تصویر کے سامنے جل رہی اگر بتی کی راکھ کو بابا کی اودی سمجھتے ہوئے چٹکی بھر درد اور ڈنک والی جگہ پر لگایا۔ جیسے ہی اس نے انگلیاں ہٹائیں درد جاتا رہا۔ دونوں کا دل بھر آیا اور وہ خوش ہو گئے۔

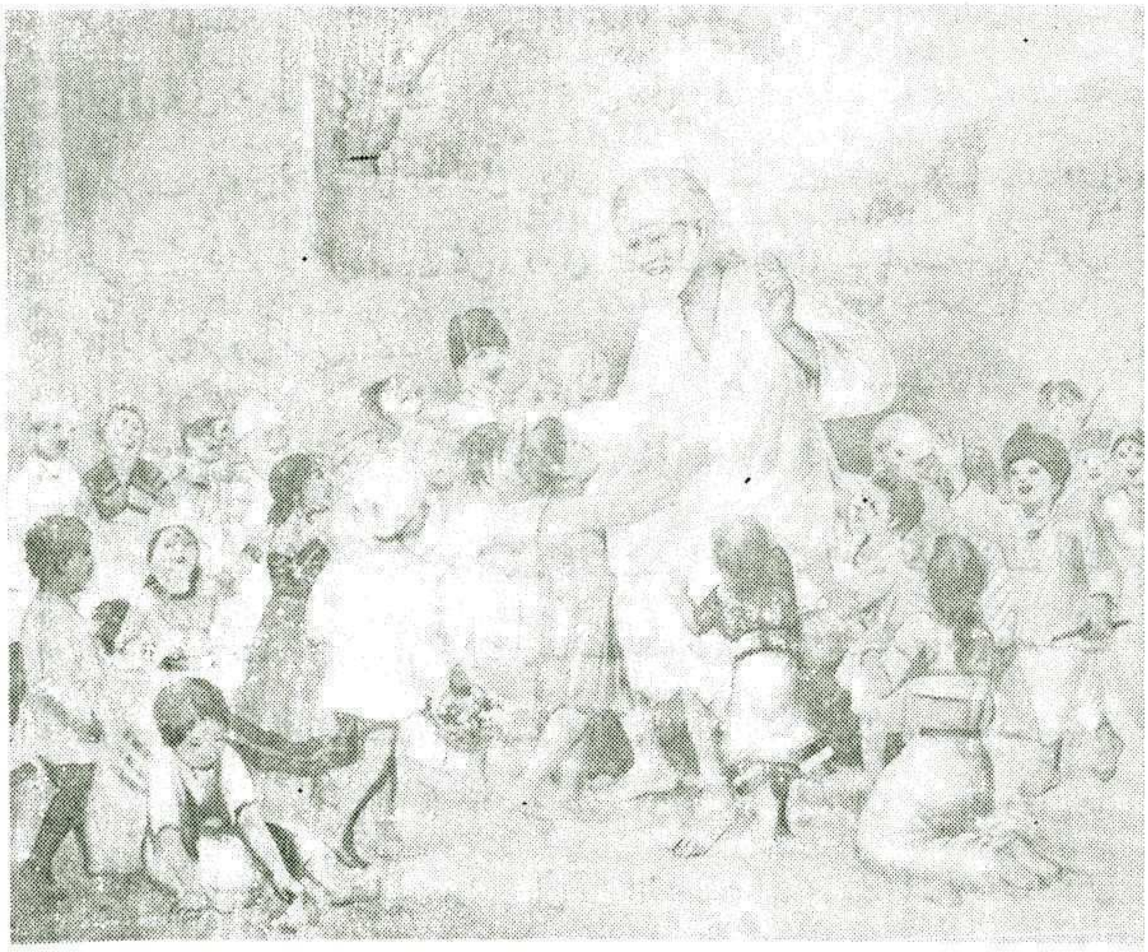

بابا کو بچوں کی بہت چاہت تھی۔ وہ دن کے کچھ وقت بچوں کے ساتھ کھیل کود میں گزارتے تھے۔اس کے بعد بچوں کے ساتھ ٹھٹھے بازی اور مسخرے میں مصروف ہو جاتے تھے۔

اودی

یہ بات سب کو معلوم ہے کہ بابا سب سے دکشنا لیا کرتے تھے اور اس طرح جمع کی گئی رقم میں سے خاصا حصہ وہ سخاوت کے طور پر خرچ کرتے تھے۔ باقی جو بچتا تھا اسے وہ جلانے کی لکڑی خریدنے پر صرف کرتے تھے۔ یہ لکڑی وہ دھونی یا مقدس آگ میں ڈالتے جو ہمیشہ جلتی رہتی تھی۔ اس آگ سے بننے والی راکھ کو اودی کہتے تھے اور یہ آزادانہ طور پر بھگتوں میں اس وقت تقسیم کی جاتی جب وہ شرڈی سے لوٹ رہے ہوتے۔ اس اودی سے بابا ہمیں کیا سبق دینا چاہتے تھے؟ اپنی اودی سے بابا ہمیں یہ سبق دینا چاہتے تھے کہ اس کائنات میں نظر آنے والی ہر شے اسی طرح عارضی ہے جس طرح یہ راکھ عارضی ہے۔ پانچ عناصر سے بنے ہوئے ہمارے جسم اس دنیا سے لطف حاصل کرنے کے بعد گر کر اس طرح راکھ میں تبدیل ہو جائیں گے۔ اپنے بھگتوں کو یہ یاد کرانے کے لیے کہ ان کے جسم بھی راکھ ہوں گے بابا ان میں اودی تقسیم کرتے تھے۔ اودی سے بابا یہ بھی بتانا چاہتے تھے کہ صرف برہم (خدا مطلق) ہی حقیقت ہے، یہ کائنات عارضی ہے اور اس دنیا میں کوئی بھی شخص چاہے بیٹا ہو، باپ یا بیوی حقیقت میں ہمارا نہیں ہے۔ ہم اس دنیا میں اکیلے آئے ہیں اور اکیلے ہی یہاں سے جانا بھی ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اودی سے بہت سی ذہنی جسمانی بیماریاں بھی ٹھیک ہو جاتی تھیں لیکن بابا اپنے بھگت کے کانوں میں اودی اور دکشنا کے ذریعے بار بار سچ اور جھوٹ کے درمیان فرق کرنے اور جھوٹ سے نفرت یا دوری کو ملحوظ رکھنے کے اصول ڈالا کرتے تھے۔ اودی ہمیں فرق کرنا سکھاتی اور دکشنا بے تعلقی پیدا کرتی۔ جب تک ہم میں یہ دونوں خصوصیات نہیں ہیں ہم اس دنیاوی زندگی کے سمندر کو عبور نہیں کر سکتے۔ چنانچہ بابا دکشنا دینے کے لیے کہتے اور اسے لیتے اور جب بھگت وہاں سے لوٹ رہے ہوتے تو وہ اودی کا پرشاد یا مرادیں برلانے والا ہاتھ ان کے سروں پر رکھتے۔ بابا جب

چھبیسواں باب

اودی کی عظمت

[بچھو کا ڈنک اور وبا کے مریضوں کی صحت یابی۔ جامنیز کا کرشمہ۔ نارائن راوءکی بیماری۔بالا بوا ستار۔اپا صاحب کلکرنی ۔ہری بھاؤ کرنک۔]

پچھلے باب میں ہم نے گورو کی عظمت بیان کی۔اس باب میں ہم اودی کی عظمت کے بارے میں بتائیں گے۔ تاہم یہ دونوں ایک دوسرے سے تعلق رکھتی ہیں۔اودی کی عظمت بابا کی عظمت کی وجہ سے ہے۔

ابتدائیہ

آداب ہم عظیم سنتوں کے سامنے سر جھکائیں۔ان کی رحم بھری نگاہیں گناہوں کے پہاڑ گرا سکتی ہیں اور ہمارے کردار پر لگے ہوئے شیطانیت کے داغوں کو دھو سکتی ہیں۔ان کی عام گفتگو ہمیں اچھی تعلیم دیتی ہے جس سے ہمیں کبھی ختم نہ ہونے والی مسرت حاصل ہوتی ہے۔ان کے ہاں من میں یہ میرا ہے اور وہ تمہارا کا فرق نہیں ہوتا۔اس طرح کی تفریق ان کے دل میں کبھی پیدا نہیں ہوتی۔ان کے احسانات کا قرض ہم نہ تو اس زندگی میں اور نہ آنے والی بہت سی زندگیوں میں ہی چکا سکتے ہیں۔